قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین

کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمد

ترتیب وتدوین: سید برہان علی

۱۹۷۷ء کے رمضان المبارک کے پہلے پندرہ دنوں میں ریڈیو پاکستان لاہور سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کی پندرہ تقاریر نشر ہوئی تھیں‘ جن میں سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الکہف تک کے چیدہ چیدہ مضامین کا خلاصہ بیان کیا گیا تھا۔ قرآن حکیم کے نصف اوّل کے اہم مضامین پر مشتمل یہ تقاریر محترم ڈاکٹر صاحب نے خود قلم بند فرمائی تھیں‘ اور یہ ’’قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ‘‘ کے نام سے سالہا سال سے شائع ہو رہی ہیں۔ اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی رہی ہے کہ قرآن حکیم کے نصف آخر کے اہم مضامین بھی اسی طرح ضبط تحریر میں آ کر کتابی شکل میں پیش کیے جائیں‘ لیکن اب تک بوجوہ اس کی نوبت نہیں آ سکی تھی۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے کوئٹہ کے ساتھی سید برہان علی صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور محترم ڈاکٹر صاحب کے نماز تراویح کے دوران بیان کیے گئے ’’خلاصۂ مضامین قرآن‘‘ کو تحریری انداز میں مرتب کرنا شروع کیا۔ ان کی اس کاوش کو مزید ایڈیٹنگ کے بعد حکمت قرآن کے صفحات کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ پیش نظر قسط میں سورۂ مریم‘ سورۂ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء کے مضامین کا اجمالی تجزیہ نذر قارئین ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تسلسل سے جاری رکھا جائے گا‘ تا آنکہ یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ (ح م خ)

سورۂ مریم

سورۂ مریم چھ رکوع اور ۹۸ آیات پر مشتمل ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں بعض انبیاءِ کرام علیہم السلام کا ذکر آیا ہے۔ قرآن حکیم میں انبیاء و رسل کا تذکرہ دو انداز سے ہوتا ہے۔ ایک قصص الانبیاء یا قصص النبیین یعنی انبیاء کے ذاتی کردار اور اُن کی سیرت و عظمت کا بیان‘ جبکہ دوسرا انداز انباء الرسل یا انباءُ المرسلین کا ہے۔ یعنی

رسولوں کی خبریں۔ یہ وہ انداز ہے جو حضرات نوح' ہود' صالح' لوط' شعیب اور موسیٰ علیہم السلام کے ذکر میں پایا جاتا ہے۔ یعنی رسولوں کی دعوت کے جواب میں قوموں کا انکار اور اُس کے نتیجہ اور پاداش میں عذابِ الٰہی کا نزول۔ اس اعتبار سے سورۂ مریم کے بعد آنے والی سورۂ طٰہٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر مشتمل ہے' جبکہ سورۃ الانبیاء اور سورۂ مریم کا اصل موضوع قصص النبیین ہے۔ سورۂ مریم میں زیادہ تفصیلی ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ اس سے پہلے سورۂ آل عمران میں بھی ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا' لیکن عقیدۂ الوہیتِ مسیح کی نفی کے لیے آپؑ سے پہلے حضرات زکریا و یحییٰ علیہما السلام اور حضرت مریم سلامٌ علیہا کا ذکر بھی آیا ہے۔ وہ اس پہلو سے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی معجزانہ ولادت الوہیتِ مسیح کی دلیل بن سکتی ہے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت بھی تو معجزانہ تھی۔ ان کے والدین انتہائی بڑھاپے کو پہنچ ہوئے تھے اور والدہ تو ساری عمر کی بانجھ تھی۔ اس بڑھاپے کے عالم میں ان کے ہاں جو ولادت ہوئی وہ عام طبعی قانون کے مطابق نہیں تھی بلکہ معجزانہ تھی۔

سورۂ مریم کے پہلے رکوع میں حضرت زکریا علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی رحمت کا ذکر ہے کہ جبکہ ان کی ہڈیاں کمزور اور سر سفید ہو چکا تھا اور بیوی بانجھ تھی' انہوں نے کس طرح اپنے ربّ کو آہستگی اور خاموشی کے ساتھ پکارا اور استدعا کی کہ ان کے بعد کارِ رسالت کو جاری رکھنے کے لیے ان کو ایک ولی عنایت فرما دیا جائے جو اُن کا اور آلِ یعقوب کا روحانی وارث ہو۔ چنانچہ اس دعا کے جواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ان سے کہا گیا: ﴿یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ؕ﴾ (آیت ۱۲) ''اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھامو!'' اس میں ہمارے لیے بھی تمسک بالقرآن کا حکم پنہاں ہے' یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھامو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی حکمت و دانائی عطا فرمائی گی۔ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے پنگھوڑے میں معجزانہ طریقہ سے گفتگو فرمائی اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام پر ان کے بچپن ہی سے رشد و حکمت کے آثار ظاہر ہوئے۔

دوسرے رکوع میں حضرت مریم سلامٌ علیہا کے معجزانہ طور پر حاملہ ہونے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر ہوا ہے۔ اس ضمن میں وہ گفتگو خصوصی توجہ کی مستحق ہے جو انہوں نے پنگھوڑے میں فرمائی' جس میں اپنی والدہ کی عفت کی گواہی دی اور فرمایا:

> ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اُس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں بھی میں رہوں' اور اُس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور مجھے اپنی والدہ کا فرماں بردار اور حسنِ سلوک کرنے والا بنایا ہے اور جبار و شقی نہیں بنایا۔ اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوں''۔ (آیات ۳۰۔۳۳)

آپؐ کی یہ ساری گفتگو نقل کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ......﴾

''یہ ہے عیسیٰ ابن مریم (کی اصل حقیقت)۔ یہ ہے وہ حق بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں (اور شک وشبہ میں مبتلا ہیں)۔ یہ اللہ کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے' اس سے وہ پاک ہے۔ وہ تو جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے''۔ (آیات ۳۴۔۳۵)

یہی وہ آیات تھیں جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں پڑھی تھیں' جبکہ عمرو بن العاص کی سربراہی میں قریشِ مکہ کی سفارت وہاں مہاجرین حبشہ کو واپس لانے کے لیے گئی تھی (عمرو بن العاص بعد میں ایمان لے آئے تھے' صحابی ہیں رضی اللہ عنہ)۔ شاہِ نجاشی نے یہ آیات سن کر زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا تھا کہ جو حقیقت ان آیات میں بیان ہوئی ہے' مسیحؑ اُس سے ایک تنکا بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مہاجرین کو واپس بھیجنے سے انکار کر دیا اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تک چاہو یہاں امن وسکون کے ساتھ رہو۔

تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر اگرچہ بار بار آ رہا ہے۔ سورۃ الانعام' سورۂ ہود اور سورۂ یونس کے علاوہ سورۂ ابراہیم میں بھی آپؑ کا ذکر آیا ہے' لیکن یہاں پر ایک خاص پہلو سے ذکر ہوا ہے کہ انہوں نے توحید کی دعوت جب اپنے والد کو پیش کی تو کس انداز میں کی۔ یہ بات ہر خادمِ دین کے لیے بہت اہم ہے کہ اپنے سے بڑوں کو دعوت پیش کرتے ہوئے کیا انداز ہونا چاہیے۔ انہوں نے اپنے والد سے فرمایا کہ:

''ابا جان! آپ ان کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ کچھ سنتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں اور نہ وہ آپ سے کسی مصیبت کو ہٹا سکتے ہیں۔ ابا جان! میرے پاس وہ علم آ چکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا' لہٰذا آپ میرا اتباع کیجیے' میں آپ کی صحیح اور سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کروں گا۔ ابا جان! شیطان کی بندگی مت کیجیے' یقیناً شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ابا جان! مجھے اندیشہ ہے کہ عذابِ خداوندی آپ کو اپنے گھیرے میں نہ لے لے' پھر آپ شیطان کے ساتھیوں میں سے ہو جائیں''۔ اس پر والد نے ڈانٹ کر کہا: ''اے ابراہیم کیا تم میرے معبودوں کو چھوڑ رہے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر دوں گا' دور ہو جاؤ میری نظروں سے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں کہا: ''آپ پر سلامتی ہو' میں تو آپ کے لیے اپنے ربّ سے استغفار ہی کروں گا' وہ یقیناً مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور میں قطع تعلق کرتا ہوں آپ سے بھی اور اُن تمام چیزوں سے بھی جن کو آپ پوج رہے ہیں' اور میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا' مجھے اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہیں رہوں گا''۔ (آیات ۴۲۔۴۸)

اس کے بعد حضرات اسحٰق' یعقوب' موسیٰ' ہارون' اسماعیل اور ادریس علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے انبیاء کرامؑ میں سے آدم کی اولاد میں' اور ان میں جن کو سوار کرایا ہم نے نوحؑ کے ساتھ' اور ابراہیمؑ اور اسرائیلؑ کی اولاد میں' اور ان میں جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا۔ (ان لوگوں کی شان یہ رہی ہے کہ) جب بھی اُن کے سامنے رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ فوراً سجدے میں گر جاتے ہیں اور روتے ہیں۔ (آیت سجدہ) البتہ اُن کے بعد اُن کی آئندہ نسلوں میں ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور شہوات کے پیچھے پڑ گئے' سو وہ عنقریب جہنم میں پڑ کر رہیں گے۔'' (آیات ۵۸۔۵۹)

ایک بات کا ذکر اس میں رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے آیا ہے۔ جب آپؐ نے جبرائیلؑ سے شکوہ کیا کہ آپ دیر دیر سے آتے ہیں' ذرا جلدی جلدی آیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو سکھلا دیا کہ جواب میں یوں کہیں:

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ‌ۚ لَهٗ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذٰ لِكَ‌ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿۶۴﴾﴾

''ہم تو آپؐ کے ربّ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہو سکتے۔ اُسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے بیچ میں ہے۔ اور آپ کا ربّ بھولنے والا نہیں ہے۔''

آخری رکوع میں اس عقیدے کا ذکر ہوا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی غضب ظاہر ہوا ہے اور جس کا ذکر سورۂ کہف میں بھی آیا ہے' یعنی اللہ کے لیے اولاد تجویز کر لینا۔ اس پر اللہ کا جو غضب بھڑکا ہے اس کا اظہار پورے قرآن میں سب سے زیادہ سخت انداز میں اس مقام پر ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ:

﴿لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾......﴾

''تم اتنی عظیم گستاخانہ بات کر رہے ہو' جس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑنے اور زمین شق ہونے کو ہے اور پہاڑ دھما کے کے ساتھ گر جانے کو ہیں' کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کے حضور بندے کی حیثیت میں پیش ہوں گے۔'' (آیات ۸۹۔۹۳)

آخری سے پہلی آیت خاص طور پر اس اعتبار سے اہم ہے کہ وہ مضمون اس میں اور زیادہ کھل کر آیا ہے جو اس سے قبل سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف میں آ چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تبشیر بھی اسی قرآن کے ذریعے سے کرنی ہے اور انذار بھی۔ فرمایا:

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾﴾

''(اے محمد ﷺ!) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ اہلِ تقویٰ کو بشارت دیں اور اس کے ذریعہ سے جھگڑالو قوم کو خبردار کر دیں۔''

سورۂ طٰہٰ

سورۂ طٰہٰ کے آٹھ رکوع اور ۱۳۵ آیات ہیں اور یہ تقریباً پوری کی پوری حضرت موسٰی علیہ السلام کے ذکر پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ یوسف اور سورۂ طٰہٰ دو سورتیں ایسی ہیں کہ جو تقریباً پوری کسی ایک نبی یا رسول کے حالات پر مشتمل ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں بنی اسرائیل کے آباد ہونے کا ذریعہ بنے تھے' جبکہ حضرت موسٰی علیہ السلام اُن کے وہاں سے غلامی سے نجات پا کر واپس ارضِ فلسطین تک آنے کا ذریعہ بنے۔ یعنی بنی اسرائیل کی تاریخ کا مصر میں قیام پر مشتمل جو دور ہے' اس کا نقطۂ آغاز حضرت یوسفؑ اور نقطۂ اختتام حضرت موسٰیؑ ہیں۔

سورۂ طٰہٰ کا آغاز ہی لفظ ''طٰہٰ'' سے ہوا ہے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ طٰہٰ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا نام ہے اور یٰسٓ بھی۔ جس انداز میں یہ حروفِ مقطعات آئے ہیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ آنحضور ﷺ سے خطاب کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ سورۂ طٰہٰ کا آغاز ہوتا ہے:

﴿طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ②﴾

''اے محمدؐ! ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نہیں نازل کیا ہے کہ آپ نامراد رہیں۔''

عام طور پر مترجمین نے لِتَشْقٰٓى کا ترجمہ کیا ہے: ''تاکہ آپ مشقت میں پڑیں''۔ لیکن یہ مشقت سے نہیں بلکہ ''شقی'' سے مشتق ہے۔ جیسے کہ دو مرتبہ سورۂ مریم میں آیا ہے: ﴿لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④﴾ ''پروردگار! میں تجھ کو پکار کر کبھی نامراد نہیں رہا۔'' اور ﴿وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ㉜﴾ ''اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔'' چنانچہ یہاں درحقیقت خوشخبری دی جا رہی ہے کہ اے نبی! آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ آپ ناکام ہوں یا آپ کفار سے مغلوب ہو جائیں' بالآخر آپ غالب آ کر رہیں گے' اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ البتہ درمیانی عرصہ میں تکالیف' امتحانات اور ابتلاء و آزمائش کا ایک دور ہے جس سے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو گزرنا ہے۔

﴿اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③﴾

''یہ (قرآن) تو ایک تذکیر اور یاد دہانی ہے اُس کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔''

حضرت موسٰی علیہ السلام پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اُس کے الفاظ بھی اس سورت میں آئے ہیں۔ جب حضرت موسٰیؑ آگ کی تلاش میں کوہِ طور پر پہنچے تو آپؑ کو بایں الفاظ پکارا گیا:

''اے موسٰی! یہ میں ہوں تمہارا رب' اپنے جوتے اُتار دو کہ تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔ اور میں نے تمہیں (ایک خاص مقصد کے لیے) منتخب کیا ہے' پس اسے توجہ سے سنو جو تم پر وحی کیا جا رہا ہے۔ یقیناً میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' لہٰذا میری ہی بندگی اور پرستش کرو اور میری یاد کے

لیے نماز قائم کرو۔ اور یاد رکھو کہ قیامت آ کر رہے گی لیکن میں نے اُس (کے وقت معین) کو مخفی رکھا ہوا ہے تا کہ ہر ایک کو اُس کے کیے کا پورا بدلہ مل سکے۔ تو ایسے لوگ جو اس پر یقین نہیں رکھتے اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں تمہیں قیامت (کے فکر یا اُس کے یقین) سے غافل نہ کر دیں' اگر ایسا ہوا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔'' (آیات ۱۱۔۱۶)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس پہلی مخاطبت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا۔

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾﴾

''(اچھا تو اب) تم فرعون کے پاس جاؤ' وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔''

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی وہ دوسرے رکوع کے بالکل آغاز میں وارد ہوئی ہے۔ کسی بھی داعیٔ حق کے لیے جو اپنے مشن کی کامیابی کے لیے کوشاں ہو' یہ دعا ہمیشہ ہمیش کے لیے نمونہ ہے کہ اپنے اہل و عیال میں سے' خاص طور پر اپنے بھائیوں میں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے پروردگار! ان کو میرے کام میں میرا شریک کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا:

''پروردگار! میرے سینے کو کھول دے' اور میرے لیے میرے کام کو آسان بنا دے' اور میری زبان میں جو گرہ پڑی ہوئی ہے اس کو کھول دے تا کہ یہ میری بات کو سمجھیں۔ اور میرے لیے میرے اپنے خاندان میں سے میرا ایک ساجھی بنا دے (جو میرا بوجھ بٹانے والا ہو)۔ میرے بھائی ہارون کو (میرا ساجھی بنا دے)۔ اس کے ذریعے سے میری کمر مضبوط کر دے اور اسے میرے اس کام میں شریک کر دے۔ تا کہ ہم دونوں مل کر کثرت سے تیری تسبیح بھی کریں اور کثرت سے تیرا ذکر بھی کریں۔ یقیناً تو ہمارے حالات کا دیکھنے والا ہے۔'' (آیات ۲۵۔۳۵)

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾﴾ ''اے موسیٰ تمہاری سب درخواستیں منظور!'' ـــــ ''اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنے ایک اور احسان کا ذکر فرمایا کہ ان کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ کو یہ بات الہام فرمائی تھی کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔ اس طرح فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا انتظام فرمایا۔ یہاں خاص طور پر اُس محبت و شفقت کا ذکر بھی فرمایا گیا جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر القاء ہوا تھا اور جو انہیں دیکھتا تھا اُن کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ فرمایا: ﴿وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾﴾ ''اور میں نے تم پر اپنی محبت کا ایک عکس ڈال دیا تھا' تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔'' میں نے یہ خصوصی اہتمام کیا تھا کہ تمہاری تربیت و پرورش خاص میری نگرانی میں ہو۔ پھر فرمایا کہ تم یہاں ایسے ہی نہیں پہنچ گئے ہو' یہ تو ہمارا طے شدہ فیصلہ تھا اور تقدیرِ الٰہی تھی جو تمہیں یہاں لے آئی ہے۔ ﴿ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾﴾ اگلی آیت میں فرمایا کہ میں نے تمہیں ایک خاص مشن کے لیے تیار کیا ہے۔ پس اب تم اور تمہارا بھائی ہارون

دونوں میری نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس جاؤ......!

چھٹے رکوع میں قرآن حکیم کے حوالہ سے یہ بات آئی کہ ہم نے اس قرآن کو قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے اپنی تمام دھمکیوں اور وعیدوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں یا اس کے ذریعے سے غور وفکر کی طرف مائل ہوں۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾﴾

''اللہ بہت بلند و برتر ہے' بادشاہِ حقیقی ہے۔ اے نبیؐ! آپ اس قرآن کے نزول کے لیے جلدی نہ کیجیے جب تک کہ آپؐ کی طرف اُس کی وحی تکمیل کو نہ پہنچ جائے' اور دعا کرتے رہیں کہ پروردگار' میرا علم اور زیادہ کر!''

آخری رکوع میں نبی اکرم ﷺ سے خصوصی خطاب ہے' جیسے مکی سورتوں کا بالعموم اسلوب ہے۔ فرمایا:

''پس اے نبی! آپ صبر کریں اُس پر جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اور تسبیح کیا کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے قبل بھی اور اس کے غروب ہونے کے بعد بھی۔ اور رات کے اوقات میں بھی اور دن کے دونوں اطراف میں بھی' شاید کہ آپ (ظہورِ نتائج سے) راضی ہو جائیں۔'' (آیت ۱۳۰)

پھر اُسی مضمون کا یہاں بھی اعادہ کیا گیا جو سورۃ الحجر میں تقریباً انہی الفاظ میں بیان ہو چکا ہے کہ:

''اے نبیؐ! اپنی نگاہیں ہرگز اُس دنیوی مال و متاع اور ساز و سامان کی طرف نہ اٹھائیے کہ جو ہم نے ان گروہوں (کافروں اور مشرکوں) کو دے رکھا ہے (یہ صرف اس دنیا کی چمک دمک ہے' اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ ہم نے اِن کو صرف اس لیے دیا ہے) تا کہ اس کے ذریعہ ہم ان کو فتنہ میں مبتلا کر دیں۔ اور جو آپ کے رب کا رزق ہے وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے''۔ (آیت ۱۳۱)

یہاں رزق سے کیا مراد ہے؟ ہم اس کی تاویل سورۃ الحجر کی آیت کی روشنی میں کریں گے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿٨٧﴾﴾ چنانچہ اصل رزق اور اصل دولت یہ قرآن عظیم ہے۔

آگے فرمایا:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾﴾

''اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دیتے رہیے اور خود بھی اس پر جمے رہیے۔ ہم آپ سے رزق نہیں مانگ رہے' بلکہ رزق تو ہم آپ کو دیں گے۔ اور عاقبت کا گھر تو تقویٰ ہی کے لیے مخصوص ہے''۔

سورۃ الانبیاء

سورۃ الانبیاء سات رکوع اور ۱۱۲ آیات پر مشتمل ہے۔ سورۂ مبارکہ کا آغاز اس یاددہانی سے ہوا ہے کہ:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ①﴾

''لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت (یعنی قیامت کی گھڑی) قریب آ گیا ہے' اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔''

اس کے بعد قرآن حکیم کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ:

﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩﴾

''(لوگو!) ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟''

آگے چل کر فرمایا:

''اس (قرآن) میں اُن کے لیے بھی ذکر ہے جو میرے ساتھ ہیں اور اُن لوگوں کا ذکر بھی ہے جو مجھ سے پہلے آئے ہیں۔ مگر اکثر لوگ حق کو جانتے نہیں' اس لیے اعراض کر رہے ہیں۔ (اے محمدؐ!) ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اُس کی طرف یہی وحی کرتے رہے ہیں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں' لہٰذا صرف میری ہی بندگی کریں۔'' (آیات ۲۴۔۲۵)

تیسرے رکوع میں یہ مضمون آیا ہے کہ ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ﴾ (آیت ۳۷) ''انسان کی سرشت میں جلد بازی ہے۔'' یہ مضمون سورۂ طٰہٰ میں بھی بیان ہوا ہے کہ جلد بازی تو خیر کے کاموں میں بھی مناسب نہیں ہوتی۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بھی انسان ٹھہر ٹھہر کر آگے بڑھے گا تو اس میں پختگی ہوگی۔ اس کے برعکس اگر چھلانگیں یا زقند لگائے گا تو پھر وہ ناکام ہو جائے گا۔ جلد بازی انسان کے اندر کی ایک خلقی کمزوری ہے۔

سورۃ الانبیاء بھی ان سورتوں میں سے ہے جن میں انبیاء کے حالات و واقعات بیان ہوئے ہیں۔ آیت ۴۸ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پانچویں رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خاصا طویل ہے۔ پھر حضرات لوط' اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر ہے۔ حضراتِ نوح' داؤد' سلیمان اور ایوب علیہم السلام کا ذکر بھی آیا ہے۔ خصوصاً حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا بہت اہم ہے جو ہم مسلمانوں میں بہت عام ہے اور جس ''آیت کریمہ'' کا ہم ختم بھی کرتے ہیں: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ⑧⑦﴾ یہ آیت درحقیقت معرفت الٰہی کا ایک عظیم خزانہ ہے کہ انسان اس کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرے۔ اس کو ایک خاص طریقے سے لاکھ دو لاکھ دفعہ پڑھ لینے سے اس سے استفادہ کا حق ادا نہیں

ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا تو اس کے اندر کی تاریکیوں میں انہوں نے اپنے رب کو پکارا: ''پروردگار! تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے' تو پاک ہے' بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔'' میں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے کہ جو حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی دعا کی صورت میں سورۃ الاعراف میں نقل ہوئی ہے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴿۲۳﴾﴾

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' اور اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ بجوائے الفاظِ قرآنی:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۸۸﴾﴾

''پس ہم نے اس کی فریاد سن لی اور اُسے غم سے نجات دی' اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔''

ان کے علاوہ حضرات زکریا' یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا بھی ذکر آیا ہے اور حضرت مریم سلام علیہا کا بھی۔

سورۃ الانبیاء کے آخر میں وہ آیت مبارکہ بھی آئی ہے جو ہمیں بہت محبوب ہے اور ہمارے ہاں سیرت کی تقاریر کا عنوان بنتی ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴿۱۰۷﴾﴾ ''(اے محمد ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔'' پھر آخر میں ارشاد فرمایا گیا:

''(اے نبیؐ!) اگر یہ روگردانی کریں تو آپؐ کہہ دیجیے کہ میں نے تو تمہیں کھلے بندوں دعوت پہنچا دی ہے۔ باقی مجھے نہیں معلوم کہ جس عذاب کی دھمکی تمہیں دی جا رہی ہے وہ قریب ہے یا ابھی کچھ فاصلہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند آواز سے کہی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے اور اُس سے بھی واقف ہے جو تم چھپاتے ہو۔ اور مجھے کیا معلوم' ہو سکتا ہے کہ یہ تاخیر تمہارے لیے ایک آزمائش کے طور پر ہو اور ابھی تمہیں کچھ دیر کی مہلت ملنے والی ہو۔ آخر کار پیغمبرؐ نے دعا کی کہ اے پروردگار! فیصلہ صادر فرما دے حق کے ساتھ۔ اور ہمارا پروردگار جو رحمٰن ہے اُسی سے مدد طلب کی جاتی ہے اُن تمام باتوں پر جو تم کر رہے ہو۔'' (آیات ۱۰۹۔۱۱۲)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت وتبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔